حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیلانی

(قسط ۲ آخری)

انسانی حقوق اور تعلیماتِ نبویؐ

۱۰۔ حقِ تعلیم :

اسلام میں تعلیم حاصل کرنا اس کا لازمی حصہ ہے۔ قرآنِ مجید میں جا بجا علم کے فضائل کا ذکر آیا ہے۔ اور آپؐ نے فرمایا :

"خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ"[1]

"تم میں سے سب سے بہتر وہ شخص ہے، جو خود قرآن سیکھے پھر دوسروں کو سکھائے۔"

نیز آپؐ نے یہ ارشاد فرما کر تعلیم حاصل کرنا لازمی قرار دیا ہے :

"طلب العلم فریضۃ علیٰ کلّ مسلم"[2]

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

حضرت عمرؓ نے حصولِ تعلیم کو لازمی قرار دیا۔ اور اس کے لیے بہت سے ادارے قائم کیے۔ حتیٰ کہ خانہ بدوش بدّوؤں کے لیے قرآنِ مجید کی تعلیم کو لازمی قرار دیا۔ آپؓ نے ابوسفیان نامی ایک شخص کو چند آدمیوں کے ساتھ مامور کیا کہ وہ قبائل میں پھر کر ہر شخص کا امتحان لے، اور جس کو قرآنِ مجید کا کوئی حصہ بھی یاد نہ ہو، اسے سزا دے۔[3]

کتاب و سنّت کے علاوہ دوسرے علوم کی تعلیم کی طرف قرآن میں واضح ہدایات موجود

---

[1] بخاری ۔ کتاب فضائل القرآن ۔ عنوان باب

[2] مشکوٰۃ ۔ کتاب العلم ۔ فصلِ ثانی ۔

[3] الفاروق ۔ شبلی نعمانی ۔ ص ۲۶۶ ۔ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ ۔ اُردو بازار، لاہور، بحوالہ اصابہ فی احوال الصحابہ رضہ۔

ہیں ۔ البتہ ایک اسلامی مملکت میں ایسی تعلیم جو اس کے بنیادی نظریات کے خلاف ہو اُسے برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

۱۱۔ حقِ آزادئ مذہب :

ایک اسلامی مملکت میں ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جونسا عقیدہ اور مذہب پسند کرتا ہے، اختیار کرے، اور اپنی مذہبی عبادات بجالائے۔ مگر اسے کوئی ایسا کام کرنے کی اجازت نہیں دیتا، جو کسی دوسرے مذہب یا فریق کی دل آزاری یا نقضِ عامہ کا باعث بنے۔
اسلام کسی کو جبراً مسلمان بنانے کا ہرگز قائل نہیں۔ لیکن ایک دفعہ اسلام لانے کے بعد مذہب کی تبدیلی کو وہ جرم قرار دیتا ہے۔ کیونکہ اسلام ایک تحریک ہے۔ لہٰذا دین کی تبدیلی کو بغاوت سمجھ کر اس کی سزا قتل قرار دیتا ہے۔
دورِ فاروقی میں اہلِ کتاب آزادی سے اپنی مذہبی رسوم ادا کرتے، علانیہ ناقوس بجاتے اور صلیب نکالتے تھے۔ مسلمان اگر ان سے سختی کرتے تو وہ پاداش کے مستحق ہوتے تھے۔

۱۲۔ باہمی حقوق

اب ہم افرادِ معاشرہ کے حقوق کا اس ترتیب سے ذکر کریں گے، جس پر معاشرہ کی بنیاد اٹھتی ہے۔ ان حقوق میں سب سے پہلا نمبر زوجین (میاں بیوی) کے حقوق کا ہے۔

ل ۔ زوجین کے حقوق : ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

"وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ۔
الآیۃ!" (البقرۃ : ۲۲۸)

"اور بیویوں کے حقوق اپنے خاوندوں پر ایسے ہی ہیں، جیسے دستور کے مطابق خاوندوں کے ان پر ہیں۔ البتہ مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہے"

عورتوں کا مردوں پر حق یہ ہے کہ مرد اپنی حیثیت کے مطابق بیویوں کے نان و نفقہ اور رہائش کے ذمہ دار ہیں۔ انھیں یہ ذمہ داری پوری کرنا بھی ضروری ہے، اور حسن سلوک سے

پیش آنا اس سے بھی زیادہ ضروری! ـــــ جب کہ مردوں کا عورتوں پر حق یہ ہے کہ وہ گھر کی مالکہ ہونے کی حیثیت سے اس امانت میں کسی طرح کی خیانت نہ کریں اور ان کی اطاعت کریں۔ مردوں کو جو زائد درجہ حاصل ہے، وہ عورتوں پر نگران ہونے کی بنا پر ہے۔ اب چونکہ منتظمِ خانہ ہونے کی حیثیت سے مردوں سے عورتوں پر زیادتی کا خطرہ موجود ہے، اس لیے آپؐ نے اپنے خطبۂ حجۃ الوداع میں اس طرف خصوصاً توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

"استوصوا بالنساء خیرا فانھن عندکم عوان لا یملکن لانفسھن شیئًا" (طبقات ابن سعد)

"عورتوں کے بارے میں میں تمہیں حسن سلوک کی تاکید کرتا ہوں، کیوں کہ وہ تمہارے زیرِ نگیں رکھی گئی ہیں، جو خود کچھ نہیں کر سکتیں"

ازدواجی زندگی کی اصل روح مودّت، موانست اور مہربانی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۔ الاٰية" (الروم: ۲۱)

"اور اس اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے عورتیں پیدا کیں۔ تاکہ تم ان کی طرف (مائل ہو کر) سکون حاصل کرو۔ اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی"

لہٰذا فریقین پر لازم ہے کہ وہ خوشگواری کی فضا کو بہر طور قائم رکھیں۔ لیکن اگر وہ اسے برقرار نہ رکھ سکیں اور ناچاقی کی صورت پیدا ہو جائے تو مرد کو طلاق کا حق دیا گیا ہے۔ جو اگرچہ ناگزیر حالات میں جائز ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں سخت ناپسندیدہ چیز ہے[1]

ب۔ والدین اور اولاد کے حقوق:

والدین پر اولاد کا حق یہ ہے کہ وہ اپنے بچے کا اچھا سا نام رکھیں اور اگر استطاعت ہو تو ساتویں دن عقیقہ کریں۔ اولاد کی تعلیم و تربیت کا داعیہ چونکہ ہر انسان میں فطری طور پر موجود ہے، لہٰذا یہاں قابلِ ذکر بات صرف یہ ہے کہ اولاد کی تربیت اور تعلیم اسلامی خطوط پر ہونی چاہیے۔

---

[1] ابوداؤد۔ کتاب الطلاق۔ باب فی کراھیۃ الطلاق۔

لڑکی اگر بالغ ہو جائے تو اس کے لیے کوئی موزوں اور دیندار رشتہ تلاش کرکے اس کی شادی کرنا والد پر فرض ہے۔ البتہ لڑکے کے سلسلہ میں وہ مختار ہے۔ اگر کر سکتا ہے تو کر دے، ورنہ اس پر ذمہ داری نہیں ہے۔

دوسری طرف اولاد پر والدین کی خدمت اور ان سے حسن سلوک اس قدر ضروری ہے کہ کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ذکر کے ساتھ والدین سے احسان کا ذکر فرمایا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا" (بنی اسرآئیل: ۲۳)

"اور تمہارے پروردگار نے فیصلہ فرما دیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے بھلائی کرتے رہو۔ ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اُف تک نہ کہنا، اور نہ انہیں جھڑکنا ـــــ اور ان سے بات ادب سے کرنا۔"

دوسرے مقام پر فرمایا:

"وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰي وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۔ الاٰیة!"

(لقمان: ۱۴)

"اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں تاکیدی حکم دیا، اس کی ماں اسے تکلیفیں سہہ سہہ کر اٹھائے پھری۔ پھر دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے، کہ میرا بھی شکر ادا کرتا رہ، اور اپنے والدین کا بھی۔"

ایک دفعہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: "میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے"؟ آپؐ نے فرمایا "تیری ماں"۔ سائل نے پوچھا: "اس کے بعد کون؟" آپؐ نے فرمایا: "تیری ماں"۔ سائل نے تیسری بار کہا کہ "اس کے بعد کون؟" آپؐ نے فرمایا، "تیری ماں"۔ اور جب چوتھی بار سائل نے یہی بات پوچھی تو آپؐ نے فرمایا: "تیرا باپ"[1]۔

---

[1] بخاری۔ کتاب الادب ۔ باب من احق النّاس بحُسنِ الصّحبۃ۔

ایک دفعہ آپؐ نے برسرِ منبر فرمایا: "اس شخص پر لعنت جسے بوڑھے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بیسر آئے اور وہ اس کی خدمت کر کے اپنے گناہ بخشوا نہ لے"۔ [۱]

ایک دفعہ آپؐ سے پوچھا گیا: "سب سے بڑا گناہ کونسا ہے"؟ آپؐ نے فرمایا: "اللہ کے ساتھ شرک کرنا"۔ پھر پوچھا گیا "اس کے بعد کونسا"؟ آپؐ نے فرمایا "عقوق الوالدین"[۲] یعنی "والدین کی نافرمانی کرنا یا انہیں ستانا"۔

ایک دفعہ ایک باپ بیٹے کی شکایت لے کر آپؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں بوڑھا ہوں کمانے کے قابل نہیں رہا، اور میرا بیٹا مجھے کچھ نہیں دیتا۔ آپؐ نے بیٹے کو بلا کر فرمایا:

"اَنْتَ وَمَالُکَ لِاَبِیْکَ"[۳]

"تم خود بھی اور تمہارا مال بھی سب کچھ تمہارے باپ کا ہے"۔

اور ایک دفعہ یوں فرمایا:

"اِنَّ اَطْیَبَ مَا اَکَلْتُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ وَاِنَّ اَوْلَادَکُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ"[۴]

"پاکیزہ ترین رزق جو تم کھاتے ہو وہ تمہاری اپنی کمائی ہے، اور اولاد بھی تمہاری کمائی ہے"۔

ان ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر باپ ضرورت مند ہو اور بیٹا اس طرف توجہ نہ کرے تو باپ کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ وہ بیٹے کا سب کچھ یا حسبِ ضرورت مال لے لے۔

ج۔ خادموں کے حقوق:

ایک دفعہ آپؐ سے کسی نے پوچھا: "میرے پاس ایک ہی دینار ہے، وہ کس پر خرچ کروں"؟ آپؐ نے فرمایا "اپنی ذات پر"۔ وہ کہنے لگا "اگر ایک اور بھی ہو تو اسے کس پر خرچ کردوں؟" آپؐ نے فرمایا: "اپنی اولاد پر"۔ وہ کہنے لگا: "اور اگر ایک اور ہو تو"؟ آپؐ نے فرمایا: "اپنی بیوی پر"۔ وہ کہنے لگا "اور اگر ایک اور ہو تو"؟ آپؐ نے فرمایا: "اپنے خادم پر"۔ وہ کہنے لگا کہ "اگر ایک

---

[۱] مسلم۔ کتاب البر والصلۃ۔ باب تقدیم برالوالدین ..... [۲] مسلم کتاب الایمان۔
[۳] ابن ماجہ ابواب التجارات۔ باب للرجل من مالِ ولدہٖ۔ [۴] ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب البیوع۔ باب الکسب فصلِ ثانی۔

اور ہو تو؟" آپؐ نے فرمایا: "اب آگے جو تو خود مناسب سمجھے۔" [1]

اس حدیث میں اولاد پر خرچ کرنے کا ذکر بیوی سے پہلے آیا ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ خاوند بہت تنگ دست ہو، جیسے یہ سائل تھا۔ اس صورت میں چھوٹی اولاد بہرحال ماں سے زیادہ محتاج ہوتی ہے۔ ورنہ بیوی کا نمبر اولاد سے پہلے ہے۔

اگرچہ قرآن کریم میں خدام سے حسن سلوک کا جا بجا ذکر آیا ہے، تاہم درج ذیل حدیث اس موضوع پر نہایت جامع ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

"اخوانکم خولکم جعلهم الله تحت ایدیکم فمن کان اخوه تحت یده فلیطعمه مما یاکل ولیلبسه مما یلبس ولا تکلفوهم ما یغلبهم فان کلفتموهم فاعینوهم" [2]

"تمہارے خادم، مزدور، غلام تمہارے بھائی ہیں۔ لہٰذا تم میں سے جس کے قبضے میں اس کا کوئی بھائی ہو تو اس کو ویسا ہی کھلائے اور پہنائے، جیسا وہ خود کھاتا اور پہنتا ہے۔ اور اسے ایسا کام کرنے کو نہ کہے جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو۔ اور اگر کبھی ایسا کام کرنے کو کہے تو خود بھی اس کا ہاتھ بٹائے۔"

اس ارشادِ نبویؐ سے درج ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے:

۱۔ خَوَل کا لفظ خادم، مزدور، غلام سب کے لیے مشترک ہے۔ لہٰذا یہ لوگ معاشرتی لحاظ سے تمہارے برابر ہی نہیں، بلکہ تمہارے بھائی ہیں۔ آپؐ نے اِخْوَانُکُمْ کا لفظ پہلے استعمال کرکے اس کی تائید مزید فرمادی۔

۲۔ ایسے خادموں کو کھانے اور پہننے کو وہی کچھ دینا چاہیے جو خود مالک کھاتا اور پہنتا ہے۔ اس سے مزدور کی اُجرت یا تنخواہ کی تعیین پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

۳۔ وَلَا تُکَلِّفُوْھُمْ مِمَّا یَغْلِبُھُمْ۔ اس سے معلوم ہوا کہ خادموں کے آرام اور آسایش کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اور اگر کوئی کام ان کی ہمت سے زیادہ ہو تو مالک کو خود اس کام میں اس کا شریک بن جانا چاہیے، تاکہ آقا کی ذہنی برتری کا بھی

---

[1] ابوداؤد۔ کتاب الزکوٰۃ۔ باب الاستعفاف عن المسئلۃ۔

[2] بخاری۔ کتاب الایمان۔ باب المعاصی من امر الجاہلیۃ۔

علاج ہو جائے۔

ایک دفعہ ایک غلام روتا چلاتا آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: "میں ایک غلام ہوں، میرے مالک نے مجھے ایک لونڈی کا بوسہ لینے کی پاداش میں خصی کر دیا ہے۔" آپؐ نے مالک کو بلایا، لیکن وہ حاضر نہ ہوا۔ اس پر آپؐ نے یک طرفہ فیصلہ دے دیا، اور فرمایا: "اِذْهَبْ اَنْتَ حُرٌّ" (جا تو آزاد ہے) وہ کہنے لگا: "اگر میرے مالک نے مجھے پکڑ کر دوبارہ غلام بنا لیا تو پھر میری مدد کون کرے گا؟" آپؐ نے فرمایا: "عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ" (یعنی ہر مسلمان پر تمہاری مدد کرنا فرض ہے) گویا مسلم معاشرہ یا حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ تمہاری مدد کرے۔[۱]

بعد میں صحابہ کرامؓ میں یہ دستور چل نکلا کہ اگر کوئی شخص اپنے غلام کو مارتا پیٹتا تو دوسرا صحابی اسے برملا کہہ دیتا کہ اب اسے آزاد کرو۔ چنانچہ دورِ صحابہؓ میں اس طور پر بھی غلاموں کی ایک کثیر تعداد کو آزادی ملی۔

د۔ رشتہ داروں کے حقوق :

رشتہ دار دو طرح کے ہیں: ایک قریبی یا خون کے رشتہ دار، دوسرے دُور کے رشتہ دار جن سے خونی تعلق نہیں ہوتا۔ ان دونوں سے حسنِ سلوک کی تاکید تو ایک جیسی ہے، البتہ قریبی رشتہ داروں کا حق یہ ہے کہ ان سے بہر طور تعلقات استوار اور خوشگوار رکھے جائیں۔ قرآنِ مجید میں کئی مقامات پر اس کی تاکید آئی ہے، جب کہ ہمارے ہاں اکثر سننے میں آتا ہے کہ "اپنوں سے تو بیگانے ہی اچھے ہوتے ہیں۔" ان لوگوں کا یہ قول شریعتِ اسلامیہ کے مزاج کے سراسر خلاف ہے۔ اس سلسلہ میں چند ارشاداتِ نبوی ملاحظہ ہوں۔ آپؐ نے فرمایا:

۱۔ "کسی شخص کا یہ کمال نہیں کہ وہ حُسنِ سلوک کا جواب حُسنِ سلوک سے دے۔ بلکہ اس کا کمال یہ ہے کہ اس کے رشتہ دار اس سے بدسلوکی کریں تو بھی وہ ان سے حسنِ سلوک سے پیش آئے۔"[۲]

---

[۱] ابنِ ماجہ۔ کتاب الدیات [۲] بخاری۔ کتاب الادب۔ باب لیس الواصل بالمکافیٔ۔

۲ - حضرت ابوذر رضؓ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی کہ:
"رشتہ داروں کے حقوق پوری طرح ادا کرو۔ اگرچہ وہ تم سے بدسلوکی سے پیش آئیں۔" [۱]

۳ - "جو شخص عام غریبوں کو صدقہ کرے گا اسے ایک اجر ملے گا، لیکن جو اپنے قرابتداروں کی امداد کرے گا اسے دوہرا اجر ملے گا۔" [۲]

۴ - "جو شخص صلہ رحمی کا حق ادا نہیں کرتا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔" [۳]

۵ - "جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز ہو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔" [۴]

۵ - ہمسایوں کے حقوق :

ہمسائے تین طرح کے ہوتے ہیں (i) رشتہ دار ہمسائے (ii) رفیق ہمسائے (iii) اجنبی ہمسائے۔ اسی ترتیب سے ان کے حقوق کا خیال رکھنا چاہیے۔ ہمسایوں کے حق کے متعلق آپؐ نے ایک بار یوں ارشاد فرمایا:

"جبریل یوصینی بالجار حتّٰی ظننت انہٗ سیورثہٗ" [۵]

"جبریلؑ امین مجھے ہمسایہ کے متعلق تاکید کرتے ہی گئے، تاآنکہ میں یہ خیال کرنے لگا کہ وہ ہمسایہ کو وراثت میں حق دار بنا دیں گے"

ایک بار آپؐ نے یوں فرمایا:
"وہ شخص مومن نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے، اور اس کا ہمسایہ اس کے پہلو میں بھوکا ہو" [۶]

نیز فرمایا: "وہ شخص مومن نہیں جس کا ہمسایہ اس کی شرارتوں سے امن میں نہ ہو" [۷]

[۱تا۲] بخاری - کتاب الادب - باب لیس الواصل بالمکافی - [۳] بخاری، کتاب الادب - باب اثم القاطع -
[۴] بخاری - کتاب الادب - باب اثم القاطع۔ مسلم - کتاب البر والصلۃ - باب صلۃ الرحم .....
[۵] بخاری - کتاب الادب - باب الوصیۃ بالجار - [۶] شعب الایمان للبیہقی -
[۷] بخاری - کتاب الادب - باب اثم من لایأمن جارہٗ -

اور ایک دفعہ یوں فرمایا: "اگر تیرے ہمسائے تجھے اچھا آدمی سمجھتے ہیں تو تُو واقعی اچھا ہے۔ اور اگر بُرا سمجھتے ہیں تو تُو واقعی بُرا آدمی ہے۔"[1]

ایک مرتبہ آپؐ سے عرض کیا گیا کہ فلاں عورت خوب نمازیں اور نوافل پڑھتی، روزے رکھتی اور خیرات کرتی ہے۔ مگر اس کے ہمسائے اس کی بدزبانی سے عاجز ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: "وہ جہنمی ہے۔" صحابہؓ نے عرض کیا کہ فلاں عورت میں یہ خوبیاں تو نہیں، وہ صرف فرائض ہی بجالاتی ہے، مگر پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی۔ آپؐ نے فرمایا: "وہ جنتی ہے۔"[2]

و۔ عام معاشرہ کے حقوق:

معاشرہ میں اُلفت و محبت کے جذبہ کو فروغ دینے کے لیے قرآنِ مجید میں بھی بہت کچھ مذکور ہے۔ مگر ہم یہاں بغرضِ اختصار صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات نقل کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:

۱۔ "تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔ جب جسم کا ایک عضو تکلیف میں ہوتا ہے تو سارا جسم کرب و اضطراب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"[3]

۲۔ "مسلمان ایک عمارت کی طرح ہیں، جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔"[4]

۳۔ "دین خیر خواہی کا نام ہے۔" آپؐ سے پوچھا گیا: "کس سے خیر خواہی؟" آپؐ نے فرمایا: "اللہ سے، اس کے رسولؐ سے اور تمام مومنوں سے خیر خواہی۔"[5]

۴۔ "کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوتا، جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لیے کرتا ہے۔"[6]

۵۔ "جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا۔ اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔"[7]

۶۔ "مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔"[8]

---

[1] ترمذی۔ ابواب البرّ والصلۃ۔ باب فی حقّ الجوار۔ [2] مشکوٰۃ۔ کتاب الآداب۔ باب البرّ والشفقۃ علی الخلق، فصل ثالث۔ [3] بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ النّاس والبہائم۔ [4] بخاری، کتاب الادب، باب تعاون المسلمین۔ [5] مسلم۔ کتاب الایمان، باب الدّین نصیحۃ۔ [6] بخاری۔ کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحبّ لاخیہ ما یحبّ لنفسہ۔ [7] بخاری۔ کتاب الادب، باب رحمۃ النّاس والبہائم۔ ([8] بر صفحہ آئندہ)

۷ - "مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ تعلقات منقطع رکھے" ۱؎

۸ - "ہر مسلمان دوسرے مسلمان کو السلام علیکم کہے، خواہ اس سے پہچان ہو یا نہ ہو" ۲؎

۹ - "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے جو اس پر نہ ظلم کرتا ہے، نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے" ۳؎

۱۰ - "جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں لگا ہوتا ہے۔ اللہ اس کی حاجت روائی میں لگا ہوتا ہے" ۴؎

۱۱ - "بدگمانی سے بچو، کیوں کہ بدگمانی بڑا جھوٹ ہے۔ کسی کی باتوں پر کان مت لگاؤ، اور نہ ہی کسی کی ٹوہ میں رہو۔ دنیا کے لیے ریس نہ کرو، اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو، نہ دشمنی رکھو اور بھائی بھائی بن کر اللہ کے بندے بن جاؤ" ۵؎

۱۲ - "چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا" ۶؎

۱۳ - "جو شخص دنیا میں کسی بندے کا عیب چھپائے گا، قیامت کے دن اللہ اس کا عیب چھپائے گا" ۷؎

۱۳ - غیر مسلموں کے حقوق :

مملکتِ اسلامیہ میں غیر مسلموں کو بھی وہی قانونی حقوق حاصل ہیں، جیسے مسلمانوں کو ہوتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان غیر مسلم کو قتل کر ڈالتا تو حضرت عمرؓ فوراً اس کے بدلے مسلمان کو قتل کرا دیتے تھے۔ مال اور جائیداد کے متعلق ان کے حقوق کی حفاظت اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے کہ جس قدر زمینیں ان کے قبضہ میں تھیں، فتح کے بعد بھی انہی کے قبضہ میں بحال رہنے دی گئیں۔ ملکی انتظامات میں بھی ان سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ آپؓ کے دور میں قاعدہ یہ

(صفحہ گزشتہ) بخاری، کتاب الایمان۔ باب المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ۔

۱؎ بخاری، کتاب الادب۔ باب ما ینہٰی عن التحاسد۔ ۲؎ بخاری، کتاب الاستیذان، باب افشاء السلام۔

۳-۴؎ بخاری، کتاب الاکراہ، باب یمین الرجل لصاحبہ۔ ۵-۶؎ مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظن۔۔۔

۷؎ مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الغیبۃ۔

تھا کہ جو مسلمان اپاہج یا ضعیف ہو جاتا تو بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ایسی ہی مراعات ذمیوں کو بھی حاصل تھیں۔ مذہبی عبادات و رسوم کی ادائیگی میں بھی انھیں پوری آزادی حاصل تھی[1] وہ علانیہ ناقوس بجاتے اور صلیب نکالتے تھے۔ اور اگر کوئی مسلمان ان سے سخت کلامی سے پیش آتا تو وہ سزا کا مستوجب ہوتا تھا۔

ماحاصل یہ ہے کہ سوائے کلیدی اسامیوں پر فائز ہونے کے ان لوگوں کو وہ تمام قانونی مراعات حاصل تھیں، جو مسلمانوں کو حاصل تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ غیر مسلموں نے اپنی ہم مذہب سلطنتوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ یہ غیر مسلم ہی تھے جو مسلمانوں کے لیے رسد بہم پہنچاتے، لشکر گاہ میں مینا بازار لگاتے، اپنے اہتمام سے سڑک اور پل تیار کراتے تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جاسوسی اور خبر رسانی کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔

نوٹ : زیرِ نظر مضمون قومی سیرت کانفرنس ۱۴۱۲ھ کے لیے لکھا گیا۔

مراجع و مصادر

(۱) قرآنِ کریم
(۲) صحیح بخاری
(۳) صحیح مسلم
(۴) ترمذی (سنن)
(۵) ابوداؤد (سنن)
(۶) ابن ماجہ (سنن)
(۷) مشکوٰۃ المصابیح
(۸) الفاروق۔ شبلی نعمانی، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ۔ اردو بازار۔ لاہور۔
(۹) اسلام اور جدید اقتصادی نظریات، منور حسین پروفیسر گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ، مطبوعہ اسلامک اکیڈمی گکھڑ۔

---

[1] ماخوذ از الفاروق، شبلی نعمانی، زیرِ عنوان "ذمیوں کے حقوق"۔